صنفی مساوات کے اسلامی تصور پر مغربی اعتراضات: تنقیدیجائزہ

Western Objections to the Islamic Concept of Gender Equality: A Critical Review

ڈاکٹر اورنگزیب*

Abstract

Over the past several years, despite the constant evolution of the legislation the problem of gender equality in the West has been steadily increasing. What is the reason why there is no significant progress in solving gender equality issues in the West yet?

Several reports and researches have pointed out to this problem. On the contrary, Islam provides a viable solution to this ever increasing problem; for Islam has a comprehensive yet simple view of gender equality. But the West, instead of understanding Islamic principles objectively, raises objections without a thorough study. However, the Western principle of gender equality has completely failed.

In this article a critical analysis of the western gender equality and Islamic principles has been carried out. It also highlights Islamic view point of gender equality. The study argues that the contemporary gender equality problems and issues that have engulfed the world particularly the Western countries can be mitigated by employing the Islamic principles of gender equality.

Key Words: gender, women, man, equality, west, Muslim, function, responsibility.

*اسسٹنٹ پروفیسر،کلیہ معارفِ اسلامیہ،شعبہ مطالعہ ادیانِ عالم،وفاقی اردو یونیورسٹی ، عبدالحق کیمپس ،کراچی۔

اسلام ایک ایسا نظامِ حیات ہے کہ جس میں زندگی کے جملہ شعبہ جات کے لیے مقتضائے حال کے مطابق انفرادی اور اجتماعی مسائل کے لیے ایسے رہنما اصول موجود ہیں جو انسانی فطرت سے موافقت رکھتے ہیں اور قابلِ عمل بھی ہیں۔ دینِ اسلام دراصل انسانیت کی دنیوی کامیابی اور اخروی فلاح کا ضامن ہے ۔اگر کوئی اسلامی اصولوں کو اعتقادی اور عملی دونوں ہی حیثیتوں سے اپنائے تو اس کی دنیوی اور اخروی کامیابی یقینی ہے لیکن اگر کسی نے فقط دنیوی اعتبار سے اسلامی اصولوں کو اپنایا اور اعتقادی طور پر تسلیم نہیں کیا جیسے کوئی غیر مسلم اگر اپنے مذہب پر اعتقادی اعتبار سے برقرار رہتا ہے اور اپنے مذہبی رسومات کی ادائیگی کرتا ہے لیکن دیگر معاملات اسلامی اصولوں کے مطابق کرتا ہے تو اسے بھی دنیوی کامیابی یقناً ملے گی اور اگر اسی حالتِ کفر میں انتقال کر جائے توآخرت کے اعتبار سے خسارے ضرور ہوگا۔ اسلامی سنہرے زمانے میں ہندوستان اوریورپ کے کئی علاقے جہاں ہندو اورعیسائی آبادی اکثریت میں تھی لیکن مسلمان حکمرانوں نے اسلامی اصولوں کے مطابق ریاست کا نظام چلایا تو باوجود غیر مسلم اکثریت کے وہ علاقے نہایت ہی خوشحال رہے اور وہاں کی رعایا نے بہت ترقی کی۔ اس کی وجہ اسلام کا انسانی فطرت کے موافق احکامات کا صادر کرنا ہے ۔مرد و زن کے حقوق و فرائض کے معاملے میں بھی اسلام نے فطرتِ انسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے احکامات بتلائے ہیں ۔

اسلام کا صنفی مساوات کا تصور

دین اسلام چونکہ الہامی دین ہے جس کے مطابق اس دین میں اصول و احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا علم ہر زمانےکو محیط ہے۔ صنفی مساوات کے اسلامی نظریے کو سمجھنے کے لیےاولاً اس امر کو سمجھنا نہایت ہی ضروری ہے کہ ایک معاملہ مساوات میں وہ افعال ہیں جو ان اصناف سے صادر ہوتے ہیں اور دوسری بات ان افعال کے بارے میں باز پُرس ہے۔ جہاں تک افعال اور ذمہ داریوں کا تعلق ہے تو اسلام نے فطری طور پر مرد و زن کے تخلیقی افتراق کی رعایت رکھی ہے کہ عورت چونکہ ہر ماہ ایامِ مخصوصہ کی تکلیف جھیلتی ہے جس میں درد کے ساتھ ساتھ ناپاکی کا خروج بھی عمل میں آتا ہے جو ناگہانی طور پر کسی بھی وقت آسکنے کے پیشِ نظر ہمہ وقت وہ گھر سے باہر جا کر ذمہ داری کی ادائیگی نہیں کر سکتی نیز فطری طور پروہ اولاد جننے جیسی صفت سے متصف بھی ہے جس میں تقریباً نو مہینوں تک وہ مرحلہ وار درد سہتے سہتے گزارتی ہے ، لہذا عورتوں کو ایسے افعال کا مکلف بنانا صریح طور پر ظلم کے مترادف ہوگا جن کی ادائیگی اس کے لیے محال ہو۔ ان ہی فطری امور کی رعایت رکھتے ہوئے دینِ اسلام نے عورت کو ایسے افعال کا ذمہ دار بنایا کہ جسے وہ گھر ٹھہر کر بآسانی ادا کر سکتی ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، ذکراللہ اور گھر کے اشیاء کی حفاظت ، اولاد کی تربیت وغیرہ۔

خواتین کے لیے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَـرْنَ فِيْ بُيُـوْتِكُنَّ وَلَا تَبَـرَّجْنَ تَـــبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾[1]

"اور اپــنے گھــروں میں ٹھہری رہو اور جس طــرح پہلے جاہلیت کے دنوں میں زیب و زینت کی نمـائش کی جـاتی تھی اس طرح اظہارِ زینت نہ کرو اور نمــاز پڑھـتی رہو اور زکـــوٰۃ دیـــتی رہو اوراللہ اور اس کے رســـول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔"

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾[2]

"تو جو نیـک بیبیـاں ہیں وہ فرمـانبردار ہوتی ہیں اور ان کی پیٹھ پیچھے اللہ کی حفـــاظت میں مـــال و آبـــرو کی خبرداری کرتی ہیں"۔

﴿ وَعَلَي الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾[3]

"اور دودھ پلانے والی مــاؤں کـا کھانـا اور کـپڑا دسـتور کے مطابق باپ کے ذمہ ہوگا"۔

اســلامی تعلیمــات کی رو سـے ایسـے افعــال جن کی ادائیگی میں مرد و عورت کا تخلیقی اعتبـار سـے کـوئی فـرق نہیں تو ایسے افعال دونوں میں یکساں رکھے گـئے ہیں، جیسـا کہ قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الْمُسْــلِمِيْنَ وَالْمُسْــلِمٰتِ وَالْمُــؤْمِنِيْنَ وَالْمُــؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰـبِرِيْنَ وَالصّٰـبِرٰتِ وَالْخٰشِـعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَـدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَـدِّقٰتِ وَالصَّاۗىِٕــمِيْنَ وَالصّٰۗىِٕمٰتِ

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝[4]

"جو لوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنےوالے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق مردوں اور عورتوں کو جن افعال کا مکلف بنایا گیا ہے ان کی ادائیگی کے بارے میں باز پُرس کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں دونوں میں سو فیصد مساوات ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾[5]

"اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی تمنا مت کرو۔مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے۔ اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾[6]

"اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت جبکہ وہ صاحبِ ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تِل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔"

فرمانِ ربانی کا ترجمہ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[7]

"جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن بھی ہوگا تو ہم اس کو دنیا میں پاک زندگی بسر کروائیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال کانہایت اچھا صلہ دیں گے۔"

صنفی مساوات برائے جزا و سزا کے بارے میں فرمایا گیا۔

﴿ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾[8]

"جو برے کام کرے گا اس کو بدلے بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت جبکہ وہ صاحبِ ایمان بھی ہو تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہاں ان کو بے حساب رزق ملے گا۔"

فطری مساوات کا تقاضہ تو یہ تھا کہ گھریلو ذمہ داری عورت کو جبکہ اکتسابی اور بیرونی ذمہ داری مرد کو دی جائے اور اسی پر اکتفاء کیا جائے۔ لیکن اسلام نے مردوں کو گھریلو اعتبار سے عورت کے ساتھ اچھے مراسم رکھنے اور خواتین کے تُند و تیز رویے کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرنے اور گھریلو امور میں بھی ان کے ساتھ تعاون کرنے اوران کی اصلاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًاكَثِيْرًا﴾[9]

"اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔ پھر اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کردے۔"

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

> «قالت كان يكون في مهنة أهله تعني خدمة أهله فإذا حضرت الصلاة خرج إلى الصلاة»[10]
>
> "وہ(رسول اللہ ﷺ) اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے ہوتے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا وہ چھوڑ کر چلے جاتے ۔"[11]

صنفی مساوات کا تصوراہلِ مغرب کی نظر میں

(Gender Equality) دراصل دو الفاظ سے مرکب ہے۔ ایک (Gender)اور دوسرا (Equality)، پہلا لفظ (Gender) کو چودھویں عیسویں میں مذکر و مؤنث نیز فطرت کے معنیٰ میں مستعمل رہا بعد ازآں یہ بطور اصطلاح انسان کی جنس کے لیے استعمال ہونے لگا۔[12]

جبکہ (Equality) کے معنیٰ مساوات کے بقدر یعنی یہ لفظ مکمل ہر اعتبار سے یکساں درجے کےمساوات کے لیے محاورتاً بولا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں مکمل مساوات سے کچھ کم درجے کے لیے موضوع ہے۔

لیکن(Gender Equality)یعنی صنفی مساوات انگریزی لغت کے اعتبار سے بطوراسم مستعمل ہے ۔(Kalleberg,A.L) اور(Rosenfeld,R.A) صنفی مساوات کا اصطلاحی معنیٰ یوں بیان کرتے ہیں:

> "صنفی مساوات ایک سیاسی تصور ہے جو مرد و زن میں برابری پر زور دیتا ہے۔صنفی مساوات عورت اور

> مردکو زندگی کےحقوق اور ذمہ داریوں الغرض زندگی کے تمام شعبوں میں لطف اندوز ہونے کا یکساں مواقع مہیا کرتا ہے۔"[13]

جبکہ سویڈن کے جنسی مساوات کے لیے قائم تنظیم(Includegender) نےاپنی ویب سائٹ میں صنفی مساوات کی اصطلاح یوں بیان کی ہے

> "(صنفی مساوات) ایسی حالت ہے کہ جس میں حقوق یا مواقع تک رسائی جنس (مرد و زن ہونے)سے متاثر نہ ہو۔"[14]

اہل مغرب کے نظریہ مساوات کو دو نکات میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ (۱)عورتوں اور مردوں میں معاشرتی اور معاشی اعتبار سے مکمل مساوات(۲)ہر شعبہ میں مرد و زن کا آزادانہ اختلاط یعنی ایک گھر میں گھر داری ،بچوں کی کفالت سے لے کر صنعت و حرفت،تعلیم،اکتساب سمیت ملکی منصوبہ بندی ، سیاست و عسکریت جیسے شعبوں میں بھی دونوں اصناف مساوی حقوق کے حامل ہونگے۔[15]

اسلامی صنفی مساوات پر مغربی اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض: اہلِ مغرب کے ہاں مرد اور عورت دونوں پر لفظ انسان کا اطلاق برابر ہوتا ہے، ایسا نہیں کہ مرد زیادہ انسان اور عورت انسان ہونے میں کچھ کم ہے۔ جب انسان ہونے میں دونوں اصناف برابر ہیں تو ان کے حقوق،فرائض اور ذمہ

داریوں میں بھی ہر طرح مساوات ہونی چاہیے۔جبکہ قرآن کریم نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنا کر مساوات کا تصوربالکل ہی مفقود کر دیا۔

<u>جواب</u>: اسلام نے مرد و زن کے فطری تقاضوں کو ملحوظ رکھا ہے، لہذا، اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حقوق میں مساوات کا مطلب مرد و عورت کےعلیحدہ علیحدہ افعال اور ذمہ داریوں سے متعلق یکساں طور پر بازپُرس ہے کہ جس طرح مرد اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کاپابند ہے اسی طرح عورت بھی اپنی طے شدہ ذمہ داریوں کے لیے جواب دہ ہے۔

رہی بات یہ کہ مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا گیا ہے تودنیا بھر کے جملہ ممالک اور اداروں میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایک فرد کو حاکم مقرر کیا جاتا ہے ۔ اور اگر متوازی دو حاکم مقرر کیئے جائیں تو وہ ادارہ تباہ ہو جاتا ہے اسی طرح خاندان بھی ایک ادارہ ہے جس کا ایک ہی سربراہ ہونا ناگزیر ہے ۔ جبکہ مغربی معاشروں میں مرد و زن دونوں کو ہی خاندان کا یکساں سربراہ مقرر کیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج سوائے چند گھرانوں کے وہاں خاندانی ادارہ تباہ ہو چکا اور انفرادیت کو روز بروز فروغ مل رہا ہے۔[16]

<u>اعتراض</u>: اگر مرد و زن کا مغربی تصور فطرتِ انسانی کے منافی ہوتا توپھر مغرب آج ہر میدان میں بنسبت اسلامی دنیا کے زیادہ ترقی کر رہا ہے۔ وہاں معیارِ زندگی نہایت ہی بلند اور لوگ زیادہ خوشحال ہیں؟

جواب: بظاہرمغرب کی خوشحالی کتنی ہی بھلی کیوں نہ ہو لیکن عملی طور پر اس تصوّر سے عورت بہت سے مسائل کاشکار ہورہی ہے۔ ان مشکلات کے حل کے لیےمغربی اصولوں کے مطابق (مردوزن میں ہر اعتبار سے مساوات ہی کے) اصول پر جتنی بھی تدابیر اختیار کی گئیں تو نئے مسائل فوراً یا تاخیر سے سامنے آتے رہے۔ اہلِ مغرب کے صنفی مساوات کے تصوّر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں صنفی مساوات کی تاریخ اور ارتقاء کو جانا جائے۔

اہلِ مغرب کے لیے تیرویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی کے درمیان ایک طرف صنعتی انقلاب نےترقی اور خوشحالی کے لیے امید کی کرن پیدا کی تو دوسری طرف امریکہ ،آسٹریلیاکی دریافت اور نو آبادیاتی کالونیوں میں مصنوعات کے مطالبے نے انسان کو معاشی استحکام کے لیے اپنی انسانی اقدار کو فراموش کر کے ایک انسانی وسائل کے تناظر میں پیش کیا، جس کا لازم نتیجہ یہ نکلا کہ انسان انفرادیت کی طرف مائل ہوا اور یہ تصور عام ہونے لگا کہ اگر انسان کو مذہبی،اخلاقی اور معاشرتی پابندیوں سے آزادی دلائی جائے تو وہ ہمہ وقت اپنی صلاحیتیں صنعت و پیداوار میں صرف کر کے ملکی ترقی کے لیے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے، لہذا اس نظریے سے عام طور پر انفرادیت کا تصور مستحکم ہوتا رہا ۔ لہذاعورتیں بھی معاشی اعتبار سے مردوں کے مساوی ہونے کے مواقع کے حصول کے لیے حقوقِ نسواں کی تحریکوں کا آغاز ہوا۔نیو

یارک کے ایک قصبہ (Senceca Falls) کے مقام پر 1848 میں حقوقِ نسواں کا پہلا کنوینشن منعقد ہواجس میں جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق قانونی،تعلیمی،تجارتی،روزگار ،اجرت ، معاوضہ اور ووٹ ڈالنے سمیت جملہ شعبہ جات کے لیےحقوق میں عورتوں کومردوں کے مساوی حیثیت اور مواقع دیئے جائیں۔مذکورہ اعلامیہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے متعدد تحریکیں چلائی گئیں۔1920 تک امریکہ میں خواتین کو حقِ رائے دہی سمیت تعلیم ،تجارت،ذاتی املاک مختلف شعبوں میں متعدد حیثیتوں میں مردوں کے مساوی حقوق مل چکے تھے لیکن عورتوں کے تحفظ کے لیے وضع کیئے گئے قوانین کی رو سے انہیں اجرت بھی کم ملتی اور نوکریوں سے بھی نکالا جاتا بوجہ تحفظ کے فقدان کے۔

دوسری جنگِ عظیم میں چونکہ مردوں کی ایک بڑی تعداد جنگ میں ماری گئی اور صنعتوں کو افرادی قوت کی شدید کمی لاحق ہوئی ،جسے امریکہ اور یورپ کی خواتین کی ایک بڑی تعداد صنعتوں کو درکار افرادی قوت کی کمی کو پورا کرنے کے لیے گھروں سے باہر لایا گیا۔1946 میں اقوامِ متحدہ نے عورتوں کی حیثیت سے متعلق ایک کمیشن قائم کیا تاکہ پوری دنیا میں عورتوں کو سیاسی،معاشی اور تعلیمی حقوق مردوں کے مساوی حاصل ہوں۔عہدِ حاضر کے حقوقِ نسواں کے علمبردار تسلیم کرتے ہیں کہ مرد و زن میں بعض فطری فرق پائے جاتے ہیں لیکن وہ اس امر پر

بھی کوشاں ہیں کہ یہ فطری فرق بھی مساوات کے لیے مخل نہ ہو اس سلسلے میں مختلف اصلاحی طریقوں پر غور و خوض کیا جا رہا ہے ۔30 جون 1966 میں واشنگٹن ڈی سی امریکہ میں (NOW, National Organization for Women) کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوا جس نے وفاق کے تعاون سے بچوں کی دیکھ بھال کے مراکز،خواتین کے لیے یکساں تنخواہ، خواتین کی پیشہ ورانہ ترقی، تعلیم ،سیاسی اثرو رسوخ اور خواتین کے معاشی قوت کے لیے تمام قانونی اور معاشرتی رکاوٹوں کے خاتمہ جیسی تبدیلیوں پر زور دیا۔ان تحریکوں نے آگے بڑھ کر وہ تمام اسباب و وجوہات کا انسداد کیا جو ایک عورت کو اپنے معاشی یا معاشرتی ترقی سے روک سکتی تھیں۔[17]

اہل مغرب کے ہاں مرد و زن کے حقوق میں مساوات کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں عورت وہ کام کرے جو مرد قانونی طور پر کر سکتا ہے، یا اُسے ان افعال کے کرنے کے مواقع دیئے جائیں جو مرد کرتا ہے ۔ اس سلسلے میں فطری و تخلیقی فرق سے پیدا ہونے والے عدمِ مساوات کے اسباب کو کم کرنے کےلیے تحقیق کی جارہی ہے کہ ایسا لائحہ عمل اپنایا جائے کہ جس سے زیادہ سے زیادہ مساوات کی راہ ہموار ہو سکے۔[18]

اعتراض: مغربی دنیا میں عورت آزاد ہے جس وقت چاہے اور جہاں چاہے سفر کر سکتی ہے ، اسے نوکری کے مواقع میسر ہیں شادی بیاہ، جنسی تعلقات، اولاد کی ولادت میں

الغرض ہر معاملہ میں اسے مکمل آزادی حاصل ہے جبکہ اسلامی تصورِ صنفی مساوات میں عورت کو قید رکھا جاتا ہے ، اسے گھر رہنے کا پابند بنایا جاتا ہے، شادی کے بعد فقط وہ اپنے خاوند کی مطیع و فرمانبردار رہتی ہے کسی کو اپنی مرضی کے تعلقات قائم نہیں کر سکتی ،رشتوں کی زنجیروں میں جھکڑی ہوئی نوکرانی کی حیثیت میں چار دیوری کے اندر اپنی ساری زندگی گزارنے کی پابند ہوتی ہے جو بنیادی انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے۔

جواب: ہر قید سزا نہیں بلکہ بعض قید حفاظت کے لیے بھی ہوتی ہیں اور اسلامی نظریہ مساوات کے تحت قیودات سے کبھی بھی فحاشی کو فروغ نہیں ملا،عورت کی عزت و عصمت محفوظ رہی، ایک مرد اپنی عزت اور اموال نیز اولاد کی ذمہ داری اپنی زوجہ کے سپرد کر کے بے فکر ہو کر ریاستی ترقی کے لیے میدانِ عمل میں اُتر کر بھرپور کام کرتا ہے ،کیونکہ وہ ذہنی طور پر مطمئن ہوتا ہے اپنے مال اور عزت کے حوالے سے ، جبکہ مغرب میں اس حوالے سے انتہائی بے چینی پائی جاتی ہے ،اسی وجہ سے ذہنی تناؤ کے شکار لوگوں میں بہت بڑی تعداد مغربی مرد و زن میں ملتی ہے جبکہ اسلامی صنفی مساوات کے اصولوں پر عمل پیرا معاشروں میں دونوں ہی اصناف کی توجہ فقط اپنی ذمہ داریوں پر مرکوز رہتی ہے۔ جبکہ عورت کے لیے نان ،نفقہ، لباس[19]، رہائش[20]اور حقوقِ زوجیت[21]کی ادائیگی کا خاوند ذمہ دار ہوتا ہے۔

بالغہ لڑکی کو اسلام نے شادی کے لیے مکمل اختیار دیا ہے کہ جب تک لڑکی راضی نا ہو تب تک شرعی اعتبار سے اس کا عقدِ نکاح طے نہیں ہو سکتا جبکہ نابالغہ لڑکی کی شادی اس کے ولی پر موقوف ہے کیونکہ زندگی بھر کے ساتھ کے لیے مناسب فرد کے انتخاب کے لیے ابھی وہ لڑکی صغرِ سنی کی وجہ سے نابلد ہوتی ہے۔

جبکہ صنفی مساوات کےمغربی قوانین سے متعلق کبھی بھی اطمنان کا اظہار نہیں کیا گیا اور وقتاً فوقتاً آئین میں اصلاحات کے لیے کئی برسوں کوششیں کی گئیں نیز اس ضمن میں مشاہدہ کرنے کے لیے ورلڈ بینک نے اس سال (2019ء) کی رپورٹ بعنوان(WOMEN, BUSINESS AND THE LAW 2019) جاری کی جس میں دنیا کے فقط چھ ممالک کے آئین کو سو فیصد صنفی مساوات کے مطابق قرار دیا ان ممالک کے نام یہ ہیں۔(۱) بیلجیئم(۲)ڈینمارک(۳)فرانس(۴)لیٹویا(۵)لیگزم برگ (۶)سویڈن۔[22]

مذکورہ چھ ممالک کے قانون تو سو فیصدمرد و عورت کو جملہ امور میں مساوات فراہم کرتی ہیں لیکن ان ممالک میں عورتوں کو جنسی ہراساں کیئے جانے،تنخواہوں میں عدم مساوات، زچگی کے دوران نوکریوں سے اخراج، زنا بالجبر، مختلف شعبوں میں خواتین کو مردوں کے نسبت کم نمائندگی دینے جیسے مسائل بکثرت پائے جاتے ہیں ۔جبکہ بین الاقوامی خبر رساں ادارے CNN نے 2 مارچ 2019 کو اپنے ویب سائیٹ میں ورلڈ بینک کے اس سروے کے حوالے سے لکھا

ہے کہ سروے میں اب بھی مرد و زن میں عملی اعتبار سے مساوات کا تخمینہ 2073ءکا سال بتایا گیا ہے۔[23]مغرب میں عمومی صنفی اعتبار سے مساوات اختیار کرنے پر معاشرتی ، معاشی اور اخلاقی اعتبارسے درپیش مشکلات میں سےچند بڑے مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

ملازمتوں میں مشکلات:دوسری جنگِ عظیم کے بعد سرمایہ دارنہ نظام کے تحت عورتوں کو گھروں سے باہر نکل کر کمانے کی ترغیب دینے کے لیے حقوقِ نسواں کے عنوان سے تحریکیں چلائی گئیں جس کے نتیجہ میں کمپنیوں کو سستی لیبر میسر آئی اور اس سے کمپنیوں نے فائدہ اٹھایا۔ اگرچہ خواتین کی طرف سے گزشتہ کئی برسوں سے اس امر پر آوازیں اُٹھائی جا رہی ہیں لیکن ہنوز مرد و زن کے مساوی اُجرت کا معاملہ اگلے کئی دھائیوں تک بھی حل ہوتا دکھائی نہیں دیتا جیسا کہ بین الاقوامی خبر رساں ادارے گارجین نے31 اگست، 2011ء میں اپنی رپورٹ بعنوان (Women executives could wait 98 years for equal pay)میں انکشاف کیا کہ:

"Women may have had equal voting rights since 1928, but they may have to wait another 98 years for parity in pay, research has found."[24]

"تحقیق کے مطابق ،خواتین کو 1928 سے ووٹ ڈالنے میں مساوی حق دیئے جا چکے ہیں، لیکن انہیں ابھی مزید

98 سال انتظار کرنا ہوگا مشاہروں میں مساوات کے لیے ہے"

لیکن آنے والے چند برسوں بعد گارجین ہی نے 1 نومبر 2017ء میں بعنوان (Women will wait 217 years for pay gap to close) میں ورلڈ اکنا مک فورم کے حوالے سے مذکور ہے۔

"it would take 217 years for disparities in the pay and employment opportunities of men and women to end."[25]

"مردوں اور عورتوں کی تنخواہ اور ملازمت کے مواقع کے فرق کو ختم ہونے میں 217 سال لگیں گے۔"

اور دنیا کے ترقی یافتہ ملک امریکہ کے بارے میں بین الاقوامی خبر رساں ادارے (USA TODAY) کے مطابق

"WEF estimates that it will take the United States another 208 years to reach gender equality".[26]

"(WEF: World Economic Forum) کا اندازہ ہے کہ صنفی مساوات کے حصول کے لیے امریکہ کو مزید 208 سال درکار ہیں۔"

ان تمام سروے رپورٹس سے یہ بات واضح ہے کہ مردوعورت کے درمیان مغربی تصوّرِ مساوات کے قوانین سے مزید مشکلات بڑھ رہی ہیں اور یہ بات بدیہی ہے کہ اگر

کسی بیماری کے علاج سے بیماری مزید بڑھ رہی ہو تو طریقہ علاج بدلنا ناگزیر ہے ۔

جنسی بے راہ روی(خواتین کی اسمگلنگ): مغرب میں جنسی تشدد،جنسی ہراسانی اورزنا بالجبر جیسے واقعات تقریباً ہر شعبے میں پائے جاتے ہیں،سرمایہ دارانہ نظام نے صنفی مساوات کی آڑ میں عورتوں کو گھروں سے باہر نکال کر میدان عمل میں لانے کا راگ تو الاپا لیکن اس عمل کے ردّ عمل سے پیدا شدہ بگاڑ اب کسی طور قابو نہیں ہو رہا ۔ ایک طرف مردوں کو خاندانی ذمہ داریوں سے فارغ کر کے فقط کمانے کا آلہ بنایا گیا تو دوسری طرف اس کی استعدادِ کار بڑھانے کے لیے جسمانی تسکین کے حصول کے لیے بہت سی اخلاقی و مذہبی قیودات سے آزادی دی گئی۔لہذا ہوس بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ گارجین کی 22 اگست 2007ء کی اشاعت میں بعنوان (Market forces) کے ذیلی عنوان یہ تھا۔

> "Many men consider buying sex as just another form of shopping, but their attitude is fuelling the trafficking of women to work in the trade"
>
> "بہت سے مرد جنسی ہوس کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کی خریداری کو محض تجارت کی ایک قسم سمجھتے ہیں، لیکن ان کا یہ طریقہ اس تجارت کے لیے

> خواتین کی غیر قانونی خریدوفروخت اور درآمد کو تیزی سے بڑھارہا ہے۔"

اسی آرٹیکل میں برطانیہ کے علاقہ (Croydon)جو جنوبی لندن میں واقع ہے،میں جنسی ہوس کے لیے خواتین کی خریداری کی آسانی سے متعلق مذکور ہے۔

> "Official figures estimate that some 4,000 women a year are trafficked into the UK to feed a growing sex industry facilitated by shrinking borders and changing attitudes towards buying sex."[27]

> "حکومتی اعداد و شمار سے یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ ہر سال تقریباً چ4000 خواتین سکڑتی ہوئی سرحدوں اور سیکس کی تجارت کے حوالے سے متغیر رویوں سے حاصل ہونے والی سہولتوں کی وجہ سے بڑھتے ہوئے جنسی(سیکس) صنعتوں کی مانگ کو پورا کرنے کے لیے درآمد کی جارہی ہیں۔"

امریکی جیلوں میں عورتوں سے بدسلوکی کی تفصیلات، اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل کی خصوصی نمائندہ کی چشم کشا رپورٹ کئی صفحات پر محیط ہیں لیکن اس اقتباس سے مجموعی معاملہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

> "جہاں تک جیلوں میں عورتوں کے ساتھ جنسی بدسلوکی کا تعلق ہے، تو 2008-2009ء کی ایک رپورٹ نشاندہی

کرتی ہے کہ بارہ مہینوں کی مدت میں امریکی جیلوں میں 4.7 فیصد عورتوں کو اپنے مرد قیدی ساتھیوں اور 2.1 فیصد کو جیل کے عملے کے ارکان کے ہاتھوں مختلف نوعیت کی جنسی بدسلوکی، زیادتی، خوف و ہراس اور جنسی حملوں کا تجربہ ہوا۔ انسپکٹرجنرل کے دفتر سے جاری ہونے والی 2009ء کی ایک رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ جیل کے عملے کے مرد ارکان اکثر قیدی عورتوں کی جامہ تلاشی کے دوران جنسی چھیڑ چھاڑ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ عملے کے یہ ارکان اپنے اختیارات اور طاقت کے بل پر قیدی عورتوں کو زبردستی جنسی تعلق پر مجبور کرتے ہیں۔"

"قیدی عورتوں کے جیل کے ساتھیوں سے انٹرویوز سے پتہ چلا کہ قیدی عورتیں بعض اوقات ٹیلیفون تک رسائی، کھانے پینے کی اشیاء ، صابن اور شیمپو جیسی چیزوں کے حصول کے لیے جنسی زیادتی قبول کرنے پر مجبور ہوجاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں اُن میں سے بہت سی پوری زندگی کے لیے ذہنی انتشار، بے چینی اور ڈپریشن جیسے نفسیاتی امراض میں مبتلاء ہوجاتی ہیں ، حتیٰ کہ ان تلخ اور ذلت آمیز واقعات کو بھلانہ پانے کی بنا پر اُن میں سے بہت سی عورتیں خودکشی تک کر گزرتی ہیں۔"[28]

خاندانی نظام کی تباہی اور آبادی میں خطرناک حد تک کمی:عورت کو کسبِ معاش کے لیے باہر لانے کے لیے اسے اس کی فطری ذمہ داریوں سے ہٹایا گیااورعورت کو گھر

میں رہ کر خدمات مثلاً گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی تعلیم و تربیت وغیرہ جیسے امور کی ادائیگی کو اس کے شانِ اقدس کے منافی بتلایا گیا اور ان افعال کے انجام دہی کو جہالت ، تنگ نظری اور رجعت پسندی سے تعبیر کیا گیا تو اس کا لازم نتیجہ یہ نکلا کہ خاندانی نظام مفلوج ہو کر رہ گیا اب عورت ان گھریلو خدمات کی ادائیگی کو جہالت اور حاملہ ہونے اور بچوں کے معاملے کو اپنے لیے اضافی بوجھ سمجھنے لگی ۔ بین الاقوامی معلومات برائے آبادی ومعاشی سطح کے لیے (Worldometers) نامی ویب سائیٹ پر دیئے گئے اعداد و شمار کے مطابق یورپ کی آبادی میں شرح نمو پچھلے کئی سالوں سےکمی کا شکار ہے ۔[29]جس سے کئی یورپی ممالک نے دیگر ممالک سے افرادی قوت حاصل کرنے کے لیے اپنے ایمیگریشن قوانین میں نرمی کی ہے تاکہ ملکی نظام احسن طریق پر چلانے کے لیے افرادی کمی کو پورا کیا جاسکے۔[30]

مغربی بنیادی اصول برائے صنفی مساوات دراصل فقط انفرادیت کے تحفظ کو ہی اصل الاصول ٹھہراتی ہے جبکہ اسلام انفرادیت اور اجتماعیت دونوں زاویوں سے مسائل کے حل پر مبنی صنفی مساوات سے متعلق تعلیمات پیش کرتی ہے۔ اہلِ مغرب آج جن مسائل کا شکار ہے وہ اجتماعی نوع کے ہیں جن کا حل انفرادیت کے اصول پر مبنی صنفی مساوات میں تلاش کیا جا رہا ہے اور اسی طرح جو اعتراضات اسلامی صنفی مساوات کے اصول پر کیے جاتے

ہیں وہ بھی انفرادیت کے اصول کے مطابق ہی کیے جاتے ہیں نیز صرف ان ہی جوابات کو قابلِ قبول سمجھا جاتا ہے جو ان کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق ہوں، حالانکہ جب اصول اور بنیاد ہی غیر فطری ہو تو کیسے بھلا اس پر متفرع فروعات میں مکمل طور پر درستگی آسکتی ہے، لہذا سب سے پہلے انسان کے فطری تقاضوں کا تعین کیا جائے پھراجتماعی معاشرتی ضروریات اور اس کی اہمیت ملحوظِ خاطر ہو تب ممکن ہے کہ اہلِ مغرب اسلامی اصولوں سے مستفید ہوسکیں گے۔

خلاصہ بحث

مرد و زن میں فطری و تخلیقی فرق اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ ان کی ذمہ داریوں میں بھی فرق روا رکھا جائے اگرہر لحاظ سے برابری اور مساوات پر مبنی قوانین بنائےگئے تو یہ امر فطرت کے منافی ہونے کی وجہ سے ناقابلِ عمل ہے اور اگر اسے کسی بھی طرح نافذ کر بھی دیا جائے تب بھی انسانیت مسائل کا شکار ہی رہے گی جیسا کہ ماضی میں بھی رہی اور حال میں بھی ہے جبکہ مختلف تحقیقی ادارے اپنی رپورٹس میں مستقبل کے لیے بھی کئی خطرات کا اظہار کر چکے ہیں، اس کے مقابلے میں اسلام نے ایسے افعال کہ جن میں مرد و عورت کے ایک جیسے افعال کے ادا کرنے سے کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو انہیں افعال میں بھی مساوی احکامات دیئے ہیں اور جہاں صنفی فرق سے

عورت متاثر ہو سکتی ہے۔ وہاں اسے ایسی ذمہ داریاں دی ہیں کہ جسے وہ عفت و پاکدامنی کی تحفیظ کے ساتھ انجام دے سکتی ہے۔ جس سے معاشرہ معتدل طرز پر ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے گا۔

سفارشات

اسلام تمام انسانوں کے لیے ایک بہترین نظامِ حیات ہے۔ ، اسلام کا تقابل کسی دوسرے مذہب سے کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسلام محض مذہبی رسومات و عبادات کا نام نہیں بلکہ سوشلزم، کمیونیزم جیسے نظام کے مقابل زندگی کے تمام تقاضوں جیسےعقائد، مذہبی رسوم و رواج، عبادات ، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کے رہنما اصول ایک فرد سے خاندان نیز گھرانے سے ریاست و مملکت تک کو محیط ہے۔ اسلام نے اپنے عادلانہ اور منصفانہ قوانین میں عورتوں کو گھر یلوں ذمہ داریاں سونپی ہیں کہ گھر کی دیکھ بھال ،بچوں کی تعلیم و تربیت اور خاوند کی خدمت کرے تاکہ خاوند باہر اکتسابی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہو کر ان خواتین کی ضروریات پوری کر سکیں، یوں ایک خاندانی نظام فروغ پاتا رہتاہے، افرادی قوت بھی کثرت سےحاصل ہوتی ہے۔ نیز عورت کے گھر ٹھہرے رہنے سے جنسی جرائم میں بھی بڑی حد تک کمی واقع ہوتی ہے۔اگر دنیا بھر میں صنفی اعتبار سے اسلامی اصولوں کے مطابق قوانین مرتب کرکے ان پر عمل کیا جائے،تو دنیا کی اقتصادی ،معاشی ، معاشرتی اور

اخلاقی اعتبار سے ترقی ناگزیر ہے۔ اور اس کا عملی نمونہ اسلام کے سنہرے زمانے میں ہوا کہ جب سائنس و ٹیکنالوجی اور تمدنی و تہذیبی میدان میں اعلیٰ اخلاقی اقدار نے مسلمانوں کو دنیا بھر کے لیے رہنما اور مسیحا بنایا ۔آج بھی اگر اسلامی نظریے کے مطابق مرد و زن کی ذمہ داریوں کو ان کے فطری تقاضوں کے مطابق رکھتے ہوئے دستور سازی کی جائے تو دنیا کے غیر اسلامی ممالک باوجود غیر مسلم ہونے کے دنیاوی بہت سی مشکلات سے نجات پا سکتے ہیں ۔ عملی طور پر مذکورہ مثبت نتائج کے لیے یہ امر بھی ناگزیر ہے کہ مرد و زن کے تعلیمی نصاب میں بھی اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ دونوں اصناف کو ان کی ذمہ داریوں کے موافق بنیادی تعلیم دی جائے جس سے بعد از بلوغت انہیں اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں آسانی ہو۔

حوالہ جات

[1] قرآن: ۳۳:۳۳
[2] قرآن: ۴:۳۴
[3] قرآن:۲: ۲۳۳
[4] قرآن۳۳:۳۵
[5] قرآن:۴:۳۲
[6] قرآن:۴:۱۲۴
[7] قرآن۱۶:۹۷
[8] قرآن:۴۰:۴۰
[9] قرآن۴:۱۹
[10] بخـارى، محمـد بن إسـماعيل أبـو عبداللـه،الجعفي،الجـامع الصـحيح المختصـر،دار ابن كثـير ،اليمامـة – بيروت،الطبعة الثالثة: ۱۴۰۷ھ: كتاب: الجماعة ص الامامة ,باب من كـان فى حاجـة اهلـه فـأقيمت الصـلاة فخرج:رقم الحديث،۶۴۴::۱/۲۳۹

[11] http://www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine/new/tmp/03-Sinf%20Nazuk%20Ke%20Sath_MDU_05_May_15.htm

[12] The New Fowler's, Modern English Usage, R.W Burchfield, Oxford, New York, USA,2000,P#325

[13] The New Fowler's, Modern English Usage,P#257

[14] Rosenfeld, R. A., & Kalleberg, A. L. (1991). Gender inequality in the labor market. A cross-national *Act a Sociological* perspective.*, 34*, P# 207–225

[15] https://www.includegender.org/facts/gender-equality/

[16] مولانا وحید الدین خاں،خاتونِ اسلام،دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹریبیوٹرز، لاہور،۲۰۱۶ء،:ص۵۹

[17] Gender mainstreaming: Productive tensions in theory and practice, Sylvia Walby, University of Leeds,2004, P#7

[18] ABC of women workers' rights and gender equality, 2nd edition, International labour office Geneva,2007,P#12

[19] قرآن۲:۲۳۳
[20] قرآن:۶۵:۰۶
[21] قرآن:۲:۲۲۳

[22] WOMEN, BUSINESS AND THE LAW 2019, A DECADE OF REFORM, World Bank, International Bank for Reconstruction and Development/The World Bank 1818 H Street NW, Washington DC 20433. P#9

[23] https://edition.cnn.com/2019/03/02/europe/world-bank-gender-equality-report-intl/index.html

[24] https://www.theguardian.com/society/2011/aug/31/cmi-equal-pay-report

[25] https://www.theguardian.com/society/2017/nov/01/gender-pay-gap-217-years-to-close-world-economic-forum

[26] https://www.usatoday.com/story/opinion/2019/06/21/equality-for-women-cant-wait-208-years-melinda-gates-column/1511613001/

[27] https://www.theguardian.com/society/2007/aug/22/guardiansocietysupplement .crimel

[28] http://magazine.mohaddis.com/shumara/229-june-2013/2566-maghrib-khawateen-halt-zar

[29] https://www.worldometers.info/world-population/europe-population/

[30] https://qz.com/1325640/the-european-countries-that-desperately-need-migrants-to-avoid-demographic-decline-and-those-that-dont/